شرعی حیثیت

وِگ (WIG) کی

شیئرز کے کاروبار کی

عمرِ نکاح کی

بدعت و اباحت کی

فلسفۂ وحدتِ ادیان کی

رویتِ ہلال کی

آپریشن اور پوسٹ مارٹم کی

تدوین وتالیف

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

اسکالرز اکیڈمی

پوسٹ بکس نمبر ۱۷۸۸۷، گلشن اقبال، کراچی۔ ۷۵۳۰۰

عقدِ استصناع کے شرعی تقاضے اور عصری تطبیقات

مولانا صداقت علی

استصناع کی حقیقت:

زمانہ قدیم سے لے کر تہذیب وتمدن کے حامل موجودہ معاشرے تک ہر دور میں انسان کو روزمرہ استعمال کے لئے مختلف اشیاء کی حاجت پیش آتی رہتی ہے۔ اور اس میں کوئی دو رائے نہیں ہو سکتیں کہ ہر انسان کے پاس نہ اتنی فرصت ہے نہ استطاعت، کہ وہ اپنی ضرورت کی ہر چیز خود بنانے بیٹھ جائے بلکہ انسان کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس کے حصول کیلئے کسی ایسے شخص کے پاس بالواسطہ یا بلاواسطہ جاتا ہے جو اس کو اچھی طرح بنا سکتا ہو یہ شخص اس کے سامنے اپنی مطلوبہ چیز کے اوصاف وغیرہ بیان کر کے اس کو ایسی ہی چیز بنانے کا حکم دیتا ہے اور بدلے میں رقم ادا کر دیتا ہے۔

استصناع کی تعریف:

استصناع، باب استفعال کا مصدر ہے اور باب استفعال میں سین اور تاء طلب کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ لہٰذا استصناع کا لغوی معنٰی بھی "طلب صنعت" ہے یعنی کسی شخص سے کسی چیز کے بنانے کا مطالبہ کرنا، چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔ "هو لغة الصنع أی أن يطلب من الصانع العمل" استصناع میں آرڈر دینے والے کو "مستصنع" (بکسر النونِ) بنانے والے کو "صانع" اور بنائی جانے والی چیز کو "مستصنع" (بالفتح) یا مصنوع کہا جاتا ہے۔ استصناع کی اصطلاحی تعریف قدیم فقہاء سے لے کر عصر حاضر کے اہل تحقیق تک کے درمیان مختلف چلی آرہی ہے اس لئے کہ بعض حضرات نے استصناع کی تعریف مثال کے ذریعے بیان کی ہے، مثلاً علامہ طحاویؒ اور ابن الہمامؒ نے استصناع کی مندرجہ ذیل تعریف کی ہے۔

"هو ان يقول لصاحب خف او مكعب او صفار، اصنع لی حقاً طوله كذاو سعته كذا او سدستا ای مرمة تسع كذاوزنها كذا على هيئة كذا بكذا، سواء اعطى الثمن اولا، ويقبل الآخر"

یعنی استصناع یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی موچی سے کہے کہ میرے لیے اس طرح کا جوتا بناؤ وغیرہ۔۔۔۔

چاہے رقم دے یا نہ دے اور دوسرا اس کو قبول کرے۔

مذکورہ بالا تعریف محض استصناع کی ایک تمثیل ہے۔اسے اس کی تعریف نہیں کہا جا سکتا کیونکہ تعریف اس کو کہا جاتا ہے جو معرّف کے تمام افراد کا احاطہ کرے۔اور اس کا کوئی بھی تشنہ نہ رہے جبکہ مندرجہ بالا تعریف میں یہ وصف مفقود ہے، استصناع کی مختصر مگر جامع تعریف ''مجلۃ الاحکام العدلیہ'' میں ان الفاظ سے کی گئی ہے۔

"الاستصناع عقد مقاولة مع اهل الصنعة علی ان يعمل شيئاً"

یعنی اہل صنعت کے ساتھ کسی چیز کو بنانے کے ٹھیکے کا معاہدہ کرنے کو استصناع کہا جاتا ہے''

عقد استصناع کی اہمیت:

اس دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں جو اپنی ہر قسم کی حاجات وضروریات میں خود کفیل ہو۔ اور اُسے کسی کی مدد درکار نہ ہو بلکہ ہر شخص کو اپنی حاجات کی تکمیل کے لئے دوسروں کے پاس جانا پڑتا ہے۔مثلاً اگر ایک ڈاکٹر کو اپنے کلینک کے لئے لکڑی کی میز اور کرسی درکار ہے تو اس کیلئے اسے بڑھئی کی مدد درکار ہے۔ اگر وہ اسے خود بنانا شروع کر دے،تو جہاں وہ اپنی ضرورت کی اچھی طریقے سے تکمیل نہیں کر پائے گا وہاں اس کا اپنا ذاتی پیشہ یعنی ''طب'' بھی متاثر ہوگا۔

اسی طرح روزمرہ استعمال کی بے شمار حاجات ہیں جن کو استصناع کے ذریعے پورا کیا جا سکتا ہے۔اس سے عقد استصناع کی اہمیت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔اس کے ساتھ فوائد وثمرات سے صانع اور مستصنع بھی مستفید ہوتے ہیں اس طرح کہ مستصنع کو اپنے ذوق اور معیار کے مطابق چیز مل جاتی ہے اور وہ بازار میں دستیاب بنی بنائی چیز لینے پر مجبور نہیں ہوتا۔اسی طرح عقد استصناع صانع کے لئے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ صانع کو اپنی بنائی ہوئی اشیاء فروخت کرنے کے لئے کوئی اضافی محنت نہیں کرنی پڑتی اس کے ساتھ ساتھ عقد استصناع سے پورے معاشرے اور ملک کو فائدہ پہنچتا ہے۔کیونکہ جس قدر اس عقد کی ترویج ہوگی۔اسی قدر اس ملک یا معاشرے میں صنعت وحرفت کی ترقی ہوگی۔اس لئے عقد استصناع ایک اہم تجارتی عقد ہے۔اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس عقد سے استفادے میں روز بروز ترقی ہوتی جارہی ہے۔

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں۔(محدث ابوزرعہ)

دلیل مشروعیت:

عقد استصناع کی مشروعیت قیاس اور شرعی قواعد کے خلاف ہے کیونکہ شرعاً کسی بیع کے صحیح ہونے کے لئے بنیادی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس چیز کی بیع کا ارادہ ہے وہ چیز بیچنے والے کے حسی یا معنوی قبضے میں ہو۔ لیکن عقد استصناع شریعت کے اس عمومی اصول سے مستثنیٰ ہے۔ اور اس میں مبیع یعنی مصنوع صانع کے قبضے میں نہ ہونے کے باوجود اس کی بیع ہوتی ہے۔ اور اس طرح کے خلاف قیاس عقد کی مشروعیت کے لئے شرعی بنیاد ''استحسان'' ہے یعنی اگر چہ یہ عقد قیاس کے خلاف ہے لیکن لوگوں کے تعامل اور اجماع عملی کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

بعض حضرات نے استصناع کے جواز کو قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ثابت کیا ہے۔ جس میں ذوالقرنین نے قوم کے کہنے پر یاجوج ماجوج کے ارد گرد دیوار تعمیر کی تھی۔ اسی طرح حضور ﷺ کے انگوٹھی بنوانے اور بڑھئی سے منبر تعمیر کروانے کو بھی بعض حضرات نے استصناع کے جواز کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ مگر ان واقعات سے استصناع کی مشروعیت کا استدلال درست نہیں کیونکہ ان واقعات میں جہاں عقد استصناع کا احتمال ہے وہاں تبرع کا احتمال بھی ہے لہذا ''استحسان'' ہی استصناع کے جواز کی مضبوط اور قوی دلیل ہے۔

استصناع اور دیگر عقود میں فرق:

استصناع کی بعض دیگر عقود کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے۔ اور کثرت مشابہت کی وجہ سے استصناع اور ان عقود میں امتیاز ایک مشکل امر ہے اس لئے استصناع اور ان عقود کے مابین فرق بیان کرنا ضروری ہے تاکہ استصناع کی جداگانہ حیثیت سامنے آئے۔

استصناع اور سَلَم:

استصناع کی سب سے زیادہ مشابہت سَلَم کے ساتھ ہے حتیٰ کہ احناف کے علاوہ دیگر ائمہ ثلاثہ نے استصناع ہی کو سَلَم ہی کی ایک قسم شمار کیا ہے استصناع اور سلم میں چار طرح کی مشابہت پائی جاتی ہے۔

۱) دونوں میں معدوم چیز کی بیع ہوتی ہے۔

۲) دونوں عقود میں مبیع کے چیدہ چیدہ اوصاف بیان کرنا ضروری ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہوجاتا

۳) دونوں عقود میں یہ شرط ہے کہ مبیع اشیاء ربویہ میں سے نہ ہو۔

۴) دونوں عقود میں مبیع کے حوالہ کرنے کی جگہ کا تعین ضروری ہے۔

ان وجوہ اشتراک کے باوجود عقد استصناع اور سلم میں پانچ طرح کا فرق ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے۔

۱) عقد استصناع صرف مصنوعات میں جائز ہے۔ جبکہ سلم کا عقد مصنوعات اور غیر مصنوعات دونوں میں جائز ہے۔

۲) عقد سلم میں پوری قیمت کی پیشگی ادائیگی ضروری ہے لیکن عقد استصناع میں قیمت کی ادائیگی کسی مخصوص طریقے سے مشروط نہیں۔

۳) سلم میں مبیع حوالہ کرنے کے وقت کا تعین عقد کا لازمی حصہ ہے جبکہ عقد استصناع میں مصنوع حوالہ کرنے کے وقت کا تعین ضروری نہیں۔

۴) عقد سلم میں ایجاب وقبول ہو جانے کے بعد بائع اور مشتری سے کوئی ایک یکطرفہ طور پر اس کو ختم نہیں کر سکتا جبکہ استصناع میں جب تک صانع سامان کی تیاری شروع نہ کرے اس وقت تک اس کو منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

۵) سلم میں مسلم فیہ کا اشیاء مثلیہ میں سے ہونا ضروری ہے جب کہ استصناع میں ایسی کوئی شرط نہیں۔

استصناع اور اجارہ:

استصناع اور اجارہ کے مابین بھی بہت زیادہ مشابہت ہے حتی کہ اسی کثرت مشابہت کی وجہ سے بعض احناف نے اس کو اجارہ سے تعبیر کیا ہے لیکن اس کے باوجود ان دونوں عقود میں تین طرح کا فرق ہے۔

۱) اجارہ میں اجیر یا مزدور کی جانب سے صرف "عمل" ہوا کرتا ہے باقی ہر چیز مستأجر فراہم کرتا ہے۔ جبکہ عقد استصناع میں مصنوعہ شے میں استعمال ہونے والے خام مال کی فراہمی صانع کے ذمے ہوتی ہے۔ نہ کہ مستصنع کے ذمے۔

۲) استصناع میں اگر صانع مستصنع کے معیار اور مطلوبہ اوصاف کے مطابق چیز تیار نہ کر سکے، تو مستصنع اس چیز کو قبول کرنے سے انکار کر سکتا ہے۔ جبکہ عقد اجارہ میں مستأجر کو اس قسم کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

۳) اجارہ میں معقود علیہ "عمل" یعنی اجیر کی محنت ہوتی ہے جبکہ عقد استصناع میں معقود علیہ صانع کا عمل اور اس کے فراہم کردہ خام مال کا مجموعہ ہے۔

استصناع کے جواز میں مذاہب:

عقد استصناع کا جواز اور عدم جواز ائمہ اربعہ کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ احناف اس کو مستقل عقد کی حیثیت سے جائز قرار دیتے ہیں جبکہ احناف میں سے امام زفرؒ اور مالکیہ، شوافع اور حنابلہ مستقل عقد کی حیثیت سے استصناع کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ تاہم ان ائمہ کے مابین آپس میں بھی تھوڑا بہت فرق ہے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) امام زفرؒ:

عقد استصناع کو ناجائز عقد قرار دیتے ہیں کیونکہ اس میں معدوم چیز کی بیع ہوتی ہے۔

(۲) مالکیہ:

مالکیہ کے ہاں عقد استصناع اس وقت جائز ہوگا جب اس میں سلم کی شرائط پائی جائیں گی۔ گویا ان کے ہاں یہ عقد سلم کے ذیل میں جائز ہے مستقل حیثیت سے یہ جائز نہیں۔

(۳) شوافع:

شوافع کے ہاں استصناع صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس میں سلم کی شرائط پائی جائیں نیز اگر ایک ہی جنس کی اشیاء میں ہو تو درست ہے مختلف اجناس کی اشیاء میں عقد استصناع جائز نہیں اگر چہ اس میں سلم کی شرائط بھی پائی جائیں۔

(۴) حنابلہ:

حنابلہ شوافع کی طرح حنابلہ کے ہاں بھی عقد استصناع تب جائز ہے جب اس میں سلم کی شرائط پائی جائیں اور ایک ہی جنس کی اشیاء میں استصناع کیا جائے تاہم شوافع اور حنابلہ میں اس اعتبار سے فرق ہے کہ شوافع کے ہاں مختلف الاجناس اشیاء میں عقدِ استصناع بالکل ناجائز ہے۔ جبکہ حنابلہ کے ہاں اگر مختلف جنس کی اشیاء میں استصناع کیا جائے۔ اور ان اشیاء میں تمیز کی جا سکتی ہو۔ اور ان کو جدا جدا کرنا ممکن ہو۔ تو پھر اس میں عقد استصناع جائز ہے ورنہ نہیں۔

ائمہ ثلاثہ اور امام زفرؒ مندرجہ ذیل دو حدیثوں کی بنیاد پر استصناع کے عقد کو نا جائز کہتے ہیں۔

(۱) "عن حكيم بن حزامؓ قال قلت يا رسول اللهﷺ !الرجل يسألني البيع وليس عندي، أفأ بيعه؟قال لا تبع ماليس عندك"

(۲) "عن ابن عمرؓ قال نهىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم أن بيع الكالي بالكالي يعني دينا بدين"

ان دونوں حدیثوں میں سے پہلی حدیث میں حضورﷺ نے بائع کو اس چیز کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ جو اس کے پاس نہ ہو اور دوسری حدیث میں ادھار کے بدلے ادھار چیز کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ اور استصناع میں یہ دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں یعنی اس میں معدوم چیز کی بیع بھی ہے اور ادھار کے بدلے کی بیع بھی ہے لہذا یہ نا جائز ہے۔

جبکہ ان کے مقابلے میں احناف درج ذیل دلائل سے استدلال کرتے ہوئے عقد استصناع کو جائز قرار دیتے ہیں۔

(۱) حضورﷺ کا سونے اور بعد ازاں چاندی کی انگوٹھی بنوانا۔

(۲) حضورﷺ کا بڑھئی سے منبر بنوانا۔

(۳) اجماع عملی۔

(۴) استحسان۔

البتہ ائمہ ثلاثہ کے استصناع کو نا جائز کہنے کے جواب میں احناف کہتے ہیں کہ اس میں اگر چہ معدوم چیز کی بیع ہے۔ مگر معدوم اشیاء کی بیع مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔ بلکہ کبھی کبھار معدوم کو موجود تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً مستحاضہ عورت کی طہارت، مقتدی کی قرات موعود قرض کے بدلے رہن اور ذبح کرنے والا جب تسمیہ بھول جائے۔ ان سب میں معدوم کو موجود فرض کر لیا جاتا ہے۔ لہذا استصناع میں بھی معدوم کو موجود فرض کر لیا گیا۔

نیز "لا تبع ماليس عندك" کی حدیث کا مقصد ایسی چیز کی بیع سے ممانعت ہے۔ جس کے حوالہ کرنے پر بائع قادر نہ ہو۔ جبکہ استصناع میں ایسا نہیں ہوتا۔ یہی شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ اور ابن القیمؒ کی رائے ہے۔

☆حجر: بچپن یا غلامی یا جنون کی وجہ سے قولی تصرف سے منع کرنا☆

وجوہ ترجیح:

احناف کے مذہب پر عمل کر کے عقد استصناع کو جائز قرار دینا کئی وجوہ سے راجح ہے۔

مثلاً

(۱) استصناع کو نا جائز قرار دینے کی صورت میں بہت بڑا حرج اور لوگوں کو مشقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جبکہ حرج اور مشقت کو دور کرنا مامور بہ ہے۔

(۲) موجودہ دور میں استصناع کے جواز پر لوگوں کا عملی اجماع اور تعامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم عرب کی نمائندہ "المجلس المجمع الفقہی" نے ۱۹۹۲ء میں قرار دنمبر ۶۶/۳/۷ میں اسی قول کو اختیار کرتے ہوئے استصناع کو ایک جائز عقد قرار دیا ہے۔ اس بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ استصناع ایک جائز عقد ہے۔

کن چیزوں میں استصناع جائز ہے:

استصناع کے بارے میں لکھی گئی قدیم و جدید کتب کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو اشیاء تین صفات کے ساتھ متصف ہوں ان اشیاء میں استصناع کا عقد کیا جا سکتا ہے۔ اگر ان تین شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو اس میں عقد استصناع جائز نہیں ہو گا وہ تین شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) جن اشیاء میں لوگوں کے مابین استصناع کا تعامل ہو۔ ان میں استصناع جائز ہو گا۔ اور جن اشیاء میں استصناع کا عقد لوگوں کے مابین متعارف نہ ہو۔ ان میں استصناع جائز نہیں ہو گا۔

(۲) جس چیز میں عقد استصناع کیا جائے وہ مصنوعات کی قبیل سے ہو۔

(۳) وہ چیز ایسی ہو جسے اوصاف بیان کرنے سے منضبط کیا جا سکتا ہو۔

ان تین شرائط کے بغیر عقد استصناع درست نہیں ہو گا۔

کن چیزوں میں نا جائز ہے:

جن اشیاء میں عقد استصناع نا جائز ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) وہ اشیاء جن میں عقد استصناع کا تعامل نہ ہو۔

☆خیار شرط: کسی چیز کو خرید تے وقت لینے یا نہ لینے کا اختیار رکھنا☆

(۲) غیر مصنوعہ اشیاء مثلاً غلہ جات وغیرہ میں استصناع درست نہیں۔

(۳) وہ اشیاء جن کو اوصاف بیان کرنے سے منضبط نہ کیا جا سکے۔

(۴) مخصوص اور معین چیز میں عقد استصناع جائز نہیں الا یہ کہ اس کے اوصاف متعین کئے جائیں۔

اس کے علاوہ قدیم فقہاء نے کپڑوں میں استصناع کے عقد کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لیکن چونکہ استصناع کی بنیاد عرف اور لوگوں کے تعامل پر ہے۔ اور موجودہ دور میں کپڑوں میں استصناع کا تعامل اور عرف پایا جاتا ہے۔ اس لئے کپڑوں میں استصناع درست ہوگا۔

استصناع میں معقود علیہ کی حقیقت:

فقہاء احناف کے مابین یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ عقد استصناع میں معقود علیہ یا مبیع کیا چیز ہے۔ چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک عقد استصناع میں ''صانع کا عمل'' معقود علیہ ہے۔ اور مصنوعہ شے اس عمل کے لئے آلہ ہے۔ اس رائے کے قائل ''ابوسعید البروعی'' ہیں دوسری جانب فقہاء احناف کی اکثریت کی رائے کے مطابق ''مصنوعہ شے'' معقود علیہ ہے نہ کہ صانع کا عمل۔

یہ اختلاف اس وقت ہو جاتا ہے جب صانع، مستصنع کو اس کی مطلوبہ شے اس کے مطلوبہ اوصاف ومعیار کے مطابق حوالہ کرے لیکن وہ چیز صانع نے بذات خود تیار نہ کی ہو بلکہ وہ چیز کسی اور نے بنائی ہو۔ یا صانع نے خود بنائی ہو۔ لیکن عقد طے ہونے سے پہلے بنائی ہو۔ تو ایسی صورت میں پہلی رائے کے مطابق مشتری کو یہ چیز قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں صانع کا عمل نہیں پایا گیا، جبکہ دوسری رائے کے مطابق چونکہ ''مصنوعہ شے'' مبیع ہے۔ لہذا مشتری یعنی مستصنع اس چیز کے لینے کا پابند ہوگا۔ بشرطیکہ وہ چیز اس کے مطلوبہ اوصاف وشرائط کے مطابق ہو۔

استصناع میں مصنوع کے تقاضے وشرائط:

عقد استصناع میں مبیع مصنوع میں مندرجہ ذیل پانچ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) مبیع کے بنیادی اور چیدہ اوصاف معلوم ہوں۔

(۲) مبیع میں استصناع کا تعامل ہو۔

(۳) مبیع میں استعمال ہونے والا خام مال صانع فراہم کرے۔

☆☆ ربوا: عقد کے وقت جو زیادتی مال کو مال کے بدلنے سے بلا عوض حاصل ہو ☆☆

(۴) مبیع کو حوالہ کرنے کی جگہ معین ہو۔

(۵) مبیع، مصنوعات کی قبیل سے ہو۔

قیمت کی تعیین و ذرائع:

عقد استصناع میں جس طرح مبیع کی تعیین اور اس کے بنیادی اوصاف بیان کرنا ضروری ہے کہ ثمن کی جنس کیا ہے؟ (مثلاً موجودہ دور میں اس کی تعبیر یوں کی جا سکتی ہے۔ کہ استصناع کے عقد میں یہ تعیین ضروری ہے کہ قیمت کس ملک کی کرنسی میں ادا کی جائے گی)۔

اسی طرح قیمت کی مقدار کا علم ہونا بھی ضروری ہے قیمت مجہول ہونے کی صورت میں یہ عقد فاسد ہو جائے گا۔ چنانچہ ''وھبۃ الزحیلی'' لکھتے ہیں۔

''لا بدفی کلا العقدین (السلم والاستصناع) من العلم بالثمن جنساًونو عا وقدراً وصفة والا كان العقد فاسداً بسبب الجهالة''

یعنی سلم اور استصناع میں قیمت کی جنس، نوع، مقدار اور صفت معلوم ہونا ضروری ہے ورنہ جہالت کی وجہ سے یہ عقد فاسد ہوگا۔ اس کے علاوہ قیمت کی نوعیت کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ قیمت کی ادائیگی کس شکل میں ہو گی۔ مثلاً موجودہ دور میں جو جدید bot معاملات ہوتے ہیں۔ Bot (دراصل Build operate ,transfer کا مخفف ہے جس کا معنی ہے ''تعمیر کرو چلاؤ اور منتقل کرو'') اس میں قیمت نقد رقم کے طور پر ادا نہیں کی جاتی ہے بلکہ اس قسم کے معاملات اس بنیاد پر کئے جاتے ہیں کہ کوئی شخص یا ادارہ کسی صانع کے پاس جا کر اس کو مثلاً کسی بلڈنگ کی تعمیر کا آرڈر دیتا ہے۔ اور قیمت کے طور پر کوئی نقد رقم نہیں دی جاتی۔ بلکہ مخصوص عرصے تک اس عمارت سے استفادے کو ہی قیمت کا متبادل مقرر کیا جاتا ہے۔

قیمت کی ان صورتوں کی بناء پر قیمت کی تعیین بھی ضروری ہے تا کہ کسی قسم کی کوئی جہالت باقی نہ رہے۔

قیمت کی ادائیگی کا طریقہ کار:

عقد استصناع میں قیمت کی ادائیگی کسی خاص طریقے سے مشروط نہیں ہے۔ بلکہ قیمت پیشگی (advance) کی شکل میں بھی ادا کی جا سکتی ہے اور ادھار کی صورت میں بھی۔ پھر یہ بھی صحیح

ہے کہ ادھار بعد میں یکمشت ادا کیا جائے یا اقساط کی صورت میں تھوڑی رقم ادا کی جائے ۔چنانچہ علامہ ابن الہمامؒ لکھتے ہیں۔

''ویعطی الثمن المسمیٰ اولا یعطی شیئاً(فتح القدیر ۲۴۲/۶''

قیمت کی وصولی کے لئے رہن رکھوانا:

قیمت کی وصولی یقینی بنانے کے لئے صانع مستصنع سے رہن بھی رکھوا سکتا ہے چنانچہ مفتی عثمانی صاحب رقم طراز ہیں ''قسطوں کی ادائیگی محفوظ بنانے کے لئے زمین یا مکان یا کسی اور جائیداد کا ملکیت نامہ آخری قسط کی ادائیگی تک تمویل کار کے پاس بطورِ توثیق کے رکھا جا سکتا ہے۔(اسلامی بنکاری کی بنیاد ص ۲۱۰)

مدت کی تعیین:

ہر ایسی بیع جس میں مبیع فی الحال حوالہ نہ کی جائے تو اس میں ''مدت'' ایک اہم حیثیت رکھتی ہے کیونکہ مدت کے مجہول اور غیر متعین ہونے سے نزاع اور جھگڑے کا اندیشہ ہے۔ استصناع میں اگر مدت کا سرے سے کوئی تذکرہ نہ کیا جائے۔ یا ایک مہینے سے کم مدت متعین کی جائے تو ان دونوں صورتوں میں یہ عقد استصناع ہی ہوگا۔

اور اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں تاہم اگر ایک مہینے سے زیادہ مدت متعین کی جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے ہاں یہ بجائے استصناع کے سلم کا عقد بن جائے۔اور پھر اس میں سلم کی شرائط کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

جبکہ امام ابو یوسفؒ و محمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک ماہ سے زائد مدت مقرر کرنے کے بعد بھی یہ استصناع ہی رہے گا۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب استصناع میں بھی مدت مقرر کر لی جائے تو پھر اس میں اور عقد سلم میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا ہے کیونکہ سلم بھی ایسا عقد ہے جس میں مبیع ذمے میں ادھار رہتا ہے۔اور عقود و معاملات میں مفہوم اور معانی معتبر ہوتے ہیں نہ کہ الفاظ کی ظاہری شکل لہٰذا اگر چہ اس کا نام استصناع ہی رکھا جائے لیکن درحقیقت یہ سلم کا عقد ہوگا۔

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

جبکہ صاحبین" فرماتے ہیں کہ استصناع کے لئے دلیل اور بنیاد لوگوں کا تعامل ہے۔ اور استصناع میں مدت کی تعیین پر بھی لوگوں کا تعامل ہے۔لہذا یہ بھی جائز ہونا چاہیے۔

صاحبین کے قول کو اختیار کرنے میں جھگڑے اور نزاع کا خاتمہ ہے۔ اس لئے کہ اگر مدت متعین نہ کی جائے۔تو اس سے نزاع کا پیدا ہونا بالکل واضح ہے۔

نیز یہ کہ موجودہ دور کے تمام محققین نے صاحبین کے قول کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ "شرح المجلہ" میں بھی اس کو "ارفق بالناس" قرار دیا گیا ہے اور وکتور وھبۃ الزحیلی اس کی تائید میں لکھتے ہیں۔

"وھذا القول ھو المتفق مع ظروف الحیاۃ العملیۃ وحاجات الناس وھو الا ولیٰ بالا خذبہ"

"یعنی صاحبین کا قول ہی عصری تقاضوں اور لوگوں کے حالات و حاجات کے موافق ہے لہذا اسی کو اختیار کرنا اولیٰ ہے۔"

صاحبین کے قول یعنی جواز تعین مدت سے آگے بڑھتے ہوئے "المجمع الفقہ الاسلامی" نے مدت کی تعیین کو ضروری قرار دیا ہے۔ تا کہ کسی قسم کا کوئی نزاع باقی نہ رہے۔ اسی طرح البرکہ اسلامی بنک کے مشیر "عزالدین محمد خوجہ" نے مدت کی تعیین کو استصناع کے لئے شرط قرار دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"یشترط تعیین الاجل لتسلیم المصنوع سواء اکان قصیر اام طویلاً وذلک منعا للجھالۃ المفیضۃ الی النزاع بین الصانع والمستصنعُ(ادوات الاستثمار الاسلامی ۵۷)

یعنی مصنوع سپرد کرنے کی مدت متعین کرنا شرط ہے چاہے یہ مدت کم ہو یا زیادہ، تا کہ ایسی کوئی جہالت باقی نہ رہے جو صانع اور مستصنع کے مابین نزاع کا باعث بنے۔

مقررہ مدت میں مصنوع کی عدم فراہمی:

استصناع میں متعین مدت کے اندر صانع مطلوبہ چیز فراہم کرنے کا پابند ہوگا۔ اگر صانع اس مدت کے بعد تاخیر سے مستصنع کی مطلوبہ چیز فراہم کرے تو اس تاخیر کی وجہ سے مستصنع کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اسے قبول کرے یا اس کو چھوڑ دے۔ بعض اوقات تاخیر کی وجہ سے مستصنع کو نقصان تو

ہوتا ہے لیکن وہ اس کے باوجود اس چیز کو لینے پر مجبور ہوتا ہے ایسی صورت حال میں مستصنع، صانع سے اپنے ہونے والے نقصان کو پورا کرنے کیلئے جرمانہ بھی لے سکتا ہے جس کا حساب یومیہ بنیاد پر کیا جائیگا۔

اس طرح کے جرمانے کی نظیر اجارے میں بھی پائی جاتی ہے چنانچہ علامہ شامیؒ نے کتاب الاجارہ میں یہ تصریح کی ہے یہ اگر کوئی شخص درزی سے کپڑے سلوائے اور اس کو یہ کہے کہ اگر آج سی کر دو گے تو دو درہم اور اگر کل سی کر دو گے۔ تو ایک درہم دوں گا۔

اس کے علاوہ عقد کی ابتدا میں اگر صانع اور مستصنع تاخیر کی صورت میں جرمانے یا قیمت میں کمی کرنے پر متفق ہو جائیں۔ تو یہ گویا ان کی طرف سے ایک التزام ہے۔ اور اس طرح کے التزامات کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''المسلمون علی شروطھم'' اسی طرح قاضی شریح نے اس طرح کے التزامات کے بارے میں فیصلہ کیا ہے۔

''من شرط علی نفسہ طائعا غیر مکرہ فھو علیہ''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر صانع یہ التزام کرلے کہ فلاں دن تک مستصنع کی مطلوبہ چیز تیار نہ کرنے پر وہ اس قدر جرمانے یا اس چیز کی قیمت میں اس قدر کمی کرنے کا پابند ہوگا۔ تو شرعاً اس کے ذمے اس التزام کو پورا کرنا ضروری ہے۔

استصناع عقد لازم ہے یا غیر لازم:

استصناع کی بحث کے دوران ایک اہم اختلافی مسئلہ استصناع کے لزوم وعدم لزوم کا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے ہاں استصناع عقد غیر لازم ہے جس میں مستصنع کو یہ خیار حاصل ہوگا کہ وہ چاہے تو صانع کی بنائی ہوئی چیز قبول کرے ورنہ رد کر دے۔ جبکہ امام ابو یوسف کے ہاں ایجاب و قبول کے بعد یہ عقد لازم ہو جاتا ہے چنانچہ صانع کے ذمے اس چیز کو بنانا اور مستصنع کے ذمے اسے قبول کرنا لازم ہے۔ اس اختلاف میں امام ابو یوسفؒ کا قول راجح ہے چنانچہ ''مجلۃ الاحکام'' میں اسی قول کو اختیار کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''اذا انعقد الاستصناع فلیس لاحد المتعاقدین الرجوع''

(المائدہ ۲۹۳)

یعنی جب استصناع منعقد ہو جائے تو متعاقدین میں سے کسی کو رجوع کا حق حاصل نہیں نیز استصناع

کالازم ہونا مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر راجح ہے۔

۱۔ قرآنی آیات اور احادیث میں جابجا عقود و معاملات کے ایفاء کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۔ عقد استصناع کو غیر لازم قرار دینے میں صانع کا ضرر ہے کیونکہ یہ بڑی زیادتی کی بات ہے کہ صانع محنت سے مستصنع کی مطلوبہ چیز تیار کرے اور مستصنع بغیر وجہ بتائے اس کو رد کردے۔

۳۔ استصناع کو غیر لازم قرار دینے میں نزاع اور جھگڑے کا خدشہ ہے ان وجوہات کی بناء پر امام ابو یوسفؒ کے قول کو اختیار کرتے ہوئے عقدِ استصناع کو لازم قرار دینا اولیٰ اور راجح ہے یہی وجہ ہے کہ ''المجمع الفقہ الاسلامی'' نے قرار داد ۶۶/۳/۷ میں استصناع کو لازم عقد قرار دیا ہے۔ اسی طرح ''ھیئۃ المحاسبہ المرجعہ'' نے بھی ''المعاییر الشرعیہ'' میں امام یوسفؒ کے قول کو اختیار کرتے ہوئے عقد استصناع کو لازم عقد قرار دیا ہے۔

ذمہ داریاں: Liabililties

چونکہ تجارت اور خرید و فروخت انسانی معاشرے کا ایک جزو لاینفک ہے لہذا اس کی اہمیت کے پیش نظر شریعت مطہرہ میں اس کے احکام تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ عقد استصناع میں مشتری یعنی مستصنع کی مندرجہ ذیل ذمہ داریاں ہیں۔ جن کو پورا کرنا مستصنع پر لازم ہے۔

(۱) عقدِ استصناع کے انعقاد کے وقت، مستصنع صانع کے سامنے اپنی مطلوبہ چیز کے جملہ اوصاف بیان کرے۔

(۲) اگر مصنوعہ شے ایسی چیز ہو جس کے نقل و حمل پر مشقت اور اخراجات برداشت کرنا پڑے۔ تو ایسی صورت میں مستصنع کی ذمہ داری ہے کہ وہ صانع کے سامنے اُس چیز کے حوالہ کرنے کی جگہ کا تعین کرے۔

(۳) مشتری یعنی مستصنع اس بات کا پابند ہے کہ وہ مصنوعہ شے قبضے میں لیے بغیر اس کو فروخت نہ کرے کیونکہ شریعت مطہرہ میں ''بیع قبل القبض'' سے منع کیا گیا ہے۔

(۴) اگر مستصنع کی مطلوبہ چیز اس کے بیان کردہ اوصاف کے مطابق نہ ہو تو مستصنع اس چیز کو رد کر سکتا ہے۔ اس صورت میں مصنوعہ شے صانع تک پہنچانا مستصنع کی ذمہ داری ہے۔ ھذا ما عندی و واللہ اعلم بالصواب۔۔۔۔۔

البینۃ حجۃ متعدیۃ والاقرار حجۃ قاصرۃ شہادت حجت متعدیہ اور اقرار حجت قاصرہ ہے